رسائل و مسائل

کیا انبیاؑ ایک ہی خطہ میں بھیجے گئے ؟

جناب ملک غلام علی صاحب ۔ منصورہ ۔ لاہور

سوال :۔ میں ایک مسئلہ آپ کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں ۔ اُمید واثق ہے کہ آپ اپنی پہلی فرصت میں جواب دے کر مشکور فرمائیں گے اور آپ نے جو دینی اور علمی شمع جلائی ہوئی ہے وہ اسی طرح جلتی رہے گی ۔ آپ کی درازیٔ عمر، صحت اور خوشحالی کے لیے دُعاگو ہوں ۔

میرے خیال کے مطابق دُنیا میں تقریباً پانچ ارب انسان رہتے ہیں ۔ صحیح تعداد معلوم نہیں ۔ ان میں تقریباً ایک ارب مسلمان ہیں ۔ ہمارے عقیدے کے مطابق اسلام اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے مقبول مذہب ہے ۔ جتنے نبی آئے وہ سب اسلام کی تبلیغ کے لیے آئے ۔ وہ نبی بھی ایک خصوصی خطے میں تشریف لائے اور سب اسلامی مُلک ایک ہی مخصوص خطے میں واقع ہیں ۔

۱ ۔ کیا اللہ تعالیٰ نے ایک مخصوص خطے میں ہدایت دینی تھی؟ اس لیے اس خطے میں نبی بھیجے گئے ۔

۲ ۔ سب لوگوں کو مسلمان کیوں نہیں کیا ۔ اس کی وجہ کیا ہے ؟

جواب :۔ آپ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جتنے نبی آئے وہ دُنیا کے ایک مخصوص خطے میں تشریف لائے ۔ آپ کے اس مفروضے سے آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ ایک خاص خطے کو اسلام کی ہدایت سے سرفراز کرنا چاہتا تھا ؟ اگر آپ کے سوال کا

جواب میں ذرا تفصیل سے دینا چاہوں تو یہ ایک مضمون کی شکل اختیار کر جائے گا۔ اس لیے میں مختصر جواب پر اکتفا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کا اطمینان اس سے ہو جائے۔

سب سے پہلے تو یہ امر میں آپ کے ذہن نشین کراؤں گا کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف زمانوں میں دنیا کے ہر خطے اور ہر قوم میں اپنا کوئی نہ کوئی نبی بھیجا ہے اور اس پر اس کی اپنی زبان میں وحی نازل فرمائی ہے تاکہ وہ لوگوں کو راہ راست کی طرف بلائے اور گمراہی سے بچائے۔ چنانچہ قرآن میں فرمایا ہے:

إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (الرعد-۷)	تم ڈرانے والے ہو اور ہر قوم کے لیے ایک ڈرانے والا ہوتا ہے۔
وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ (فاطر-۲۴)	کوئی اُمت ایسی نہیں ہو گزری جس میں ایک ڈرانے والا مبعوث نہ ہو چکا ہو۔
وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا (الاسرا-۱۵)	ہم کسی قوم کو (نافرمانی پر) عذاب نہیں دیتے جب تک کہ ایک رسول نہ بھیجیں۔

قرآن مجید ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض رسولوں کے اسماء اور حالات سے آنحضورؐ کو آگاہ فرمایا گیا اور بعض سے نہیں فرمایا گیا۔

مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ (المنا-۷۸)	ان میں سے بعض کے حالات ہم نے آپؐ کو بتلائے اور ان میں سے بعض کے نہیں بتائے۔

اس میں جو حکمت ہماری سمجھ میں آتی ہے وہ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کے براہ راست مخاطب یعنی مشرکین عرب (یا پھر اہل کتاب) جن انبیاء اور کتب سماویہ کے ناموں سے واقف تھے ان کا ذکر تو صراحت کے ساتھ قرآن و حدیث میں آگیا۔ اور ان کی تعلیمات میں جو تحریف تھی اُسے بھی واضح فرما دیا لیکن جن کتب و رسل سے اہل عرب بالکل ناآشنا تھے، ان کے اسماء وکوائف کو حذف کر دیا۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان لوگوں کے کان تو

پہلے اسی بات پر کھڑے ہو گئے تھے کہ سارے خداؤں اور معبودوں کو چھوڑ کر بس ایک الٰہ واحد کی بندگی ہم کیسے کریں۔ اس پر اگر انہیں بعض ایسی کتابوں اور رسولوں کے نام بتائے جاتے جن سے وہ ناواقف تھے اور ان پر ایمان لانے کا مطالبہ کیا جاتا تو وہ اور زیادہ متوحش ہوتے اور کفر و عناد میں ان کے زیادہ سخت ہونے کا امکان تھا۔ اگر یہ اولین مخاطب ہی دولتِ ایمان سے محروم رہتے تو دوسروں کے لیے ہدایت کا وسیلہ کیسے بنتے؟

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے انسان اور ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا مگر قرآن و حدیث کی کسی نصِ صریح میں یہ ذکر نہیں کہ خلافتِ ارضی عطا کیے جانے کے بعد انہیں کس خطۂ زمین میں اُتارا گیا۔ تقریباً یہی صورت حضرت نوحؑ کے معاملے میں ہے۔ قرآن مجید سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ طوفان کے بعد ان کی کشتی جودی پہاڑ پر جا ٹھیری تھی۔ ان دو مثالوں کے بیان کرنے سے میرا مدعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان دو عظیم المرتبت نبیوں کے بارے میں قرآن و حدیث میں یہ صراحت نہیں فرمائی گئی کہ زمین کے کس حصے میں انہوں نے دعوت کا آغاز فرمایا تھا۔ اس کی وجہ بھی یہی معلوم ہوتی ہے کہ ان دونوں کے ناموں سے تو عرب واقف اور متعارف تھے، مگر انہیں ان کی قدیم تاریخی روایات بھی یہ نہیں بتاتی تھیں کہ کس خطۂ ارضی میں ان کی بعثت ہوئی۔

آپ کا یہ سوال پوری طرح سمجھ میں نہیں آیا کہ اللہ نے سب لوگوں کو مسلمان کیوں نہیں کیا؟ بات تو یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اوّلین انسان اور ابوالبشر کو خلعتِ نبوت سے سرفراز فرما کر دنیا میں بھیجا اور حضرت آدم کی اولاد ایک اُمتِ مسلمہ تھی مگر انسان کو چونکہ ایک محدود دائرے میں ارادہ و عمل کی آزادی دی گئی، اس لیے رفتہ رفتہ انسان غفلت اور اختلاف کا شکار ہوتے اور ہدایت پالینے کے باوجود گمراہی و نافرمانی میں مبتلا ہو گئے۔ چنانچہ فرمایا:

وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّآ أُمَّةً　　لوگ ایک ہی اُمّت تھے مگر انہوں نے
وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا (یونس-۱۹)　　باہم اختلاف پیدا کر لیا.....

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَمَا اخْتَلَفُوْٓا إِلَّا مِنْۢ بَعْدِ　　لوگوں نے علمِ وحی آجانے کے بعد اختلاف

مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ (الجاثیہ - ۱۷) کیا - کیونکہ وہ ایک دوسرے پر زیادتی کرنا چاہتے تھے -

اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بلاواسطہ یا بالواسطہ ہر انسان کی ہدایت کا سامان فراہم کر دیا ہے اور سیدھے رستے کی نشان دہی کر دی ہے - اب اگر کوئی انسان کفر و ضلالت کی راہ اختیار کرتا ہے تو وہ خود ہی اس کے لیے ذمہ دار و مسئول ہے -

آخر میں یہ بات قابل وضاحت ہے کہ مختلف قوموں اور ملکوں میں جو مذہبی رہنما مانے گئے ہیں اور وہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گزر چکے، مگر ان کے نبی ہونے یا نہ ہونے کا ذکر قرآن و حدیث میں وارد نہیں، اُن کی نبوت کے بارے میں ہمیں سکوت اختیار کرنا چاہیے - ممکن ہے کہ وہ خدا کے نبی ہوں مگر ان کی تعلیم میں تحریف ہو چکی ہو اور ممکن ہے کہ ایسا نہ ہو -

---

(۲)

عورتوں کا بال کٹوانا

جناب مولانا عبدالمالک صاحب - منصورہ - لاہور

سوال :- تازہ شمارہ ترجمان القرآن میں بہن فہمیدہ نے بیوٹی پارلر کھولنے اور بال کاٹنے کے بارے میں دو سوال کیے ہیں -

آپ نے پہلے سوال کا تو بہت شافی اور اچھا جواب دیا ہے، مگر دوسرے سوال، بال کاٹنے کے بارے میں سکوت فرما گئے ہیں - حالانکہ مجھے دوسرے سوال سے زیادہ دلچسپی تھی - کیونکہ آجکل بال کاٹنا فیشن کا نام پا کر ایک وبا کی صورت میں پھیل گیا ہے اور پھیل رہا ہے اور اس کا عدم جواز لوگ یہ کہہ کر رد کر دیتے ہیں کہ نہ تو قرآن اور نہ ہی حدیث میں اس کی واضح حرمت آئی ہے اور نہ ہی منع کیا گیا ہے -

اس لیے براہ مہربانی بال کاٹنے کے بارے میں سیر حاصل مواد فراہم کیجیے تاکہ ذہنوں کو خلجان سے نجات ملے اور دلائل دیئے جا سکیں -

جواب :- محترمہ فہمیدہ صاحبہ کے سوال "کیا بال کاٹنا گناہ ہے اگر چٹیا موجود ہو صرف سامنے سے تھوڑی سی لٹیں کاٹ دی جائیں تو یہ بھی ناجائز ہے" کے متعلق آپ نے تفصیلی جواب دینے کے متعلق تحریر فرمایا ہے جو درج ذیل ہے۔

حدیث میں ایسی عورتوں پر لعنت کی گئی ہے جو اپنی فطری خلقت میں بناؤ سنگار کی خاطر تبدیلی کرتی ہیں۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گودنے والیوں گدوانے والیوں، نوچنے والیوں نچوانے والیوں، حسن کی خاطر دانتوں میں کشادگی پیدا کرنے والیوں اللہ کی خلقت میں تبدیلی کرنے والیوں پر لعنت فرمائی ہے۔ ایک روایت میں "الا من داء" مگر بیماری کی وجہ سے استثنا آیا ہے جس نے مزید وضاحت کر دی کہ طبی وجوہ کی بنا پر اس کی اجازت ہے۔ اسی طرح ایسی عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت کرتی ہیں اور ایسے مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت اختیار کرتے ہیں اور اس بنا پر ایک دوسرے کا لباس پہنتے ہیں اس پر بھی لعنت کی گئی ہے۔

ان احادیث کے پیش نظر علماء نے عورتوں کے بے فیشن کی خاطر بالوں کا کاٹنا حرام قرار دیا ہے۔

قال ابوجعفر الطبری فی هذا الحدیث دلیل علی انه لایجوز تغییر شیٔ مما خلق الله المرأة علیه اونقص التماسا للتحسین لزوج اوغیرہ -

(فقه السنة ج ۳ ص ۴۹۷)

ابوجعفر طبری نے کہا ہے کہ اس حدیث میں دلیل ہے کہ عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ فطری خلقت میں کمی بیشی کر کے تبدیلی کرے شوہر یا کسی دوسرے کے لیے حسین و جمیل بننے کی خاطر۔

درمختار میں ہے "قطعت شعر راسها اثمت ولعنت" عورت اپنے سر کے بالوں کو کاٹے تو گناہ گار اور ملعون ہوگی" اگرچہ شوہر نے اس کی اجازت دی کیونکہ خالق کی معصیت میں کسی کی طاعت نہیں ہے۔" " درمختار" رد المختار ج ۶ ص ۴۰۷)

پس کسی عورت کا سامنے یا پیچھے سے تھوڑے سے بال کاٹنا بھی خوب صورت بننے کی خاطر منع ہے۔